ڈھانچہ تعمیر ہوا ہے اور جن کی روشنی میں موجودہ مشکلات پر قابو پانا آسان ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف ایسا گروہ ہے جو لذّتِ اجتہاد سے محروم ہے، زندگی کی تبدیلیوں سے خائف ہے اور ہر ہر قدامت سے لپٹا رہنا چاہتا ہے، جو کتاب و سنت کی روح سے نا آشنا ہے، اس کے عمرانی تقاضوں سے نابلد ہے اور جو نہیں جانتا ہے کہ اس کے گرد و پیش علوم و فنون میں بے انتہا ترقی ہوئی ہے جس سے کہ انسان کا فکر بدلا ہے، مزاج بدلا ہے، اور مسائل کا پورا نقشہ تبدیل ہوا ہے۔ جو الفاظ و حروف کے کھونٹوں سے اس مضبوطی سے بندھا ہوا ہے کہ اس کی معنویت کی اسے کچھ فکر نہیں، معقولیت ان کے نزدیک الحاد ہے، اور معتدل اور متوازن رائے رکھنا تجدّد بیدینی اور خدا جانے کیا کیا کچھ ہے۔ یہ گروہ علمی لحاظ سے حد درجہ مفلس، اور ذہنی اعتبار سے بالکل دیوالیہ ہے۔ یہ مجالس وعظ کی زینت تو بن سکتا ہے۔ لوگوں میں اشتعال بھی پیدا کر سکتا ہے اور گروہوں اور جماعتوں میں اختلاف کے بیج بھی بو سکتا ہے، مگر سنجیدہ علمی و فقہی مسائل پر بالغ نظری سے بحث نہیں کر سکتا۔ سوال یہ ہے کہ لا کمیشن اس جنگ میں کس رجحان کا ساتھ دیگا اور ان دو محاذوں میں سے کس محاذ کی تائید کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب اس پر منحصر ہے کہ اس کے اجزائے ترکیبی میں کن کن لوگوں کو شامل کیا جاتا ہے۔ ہم زکوٰۃ کمیٹی اور میرج کمیشن میں چونکہ یہ تماشہ دیکھ چکے ہیں کہ اختلافِ ذہن کی کرشمہ سازیوں نے کیا کیا گُل کھلائے ہیں اور کام کو کس درجہ اُلجھایا ہے اس بنا پر ہماری یہ رائے ہے کہ ایسا کبھی اگر لا کمیشن نے ایسے ہی مختلف اور متضاد اندازِ فکر کے لوگوں کو جمع کیا تو پھر اس سے یہ ہرگز توقع نہیں رکھنا چاہئے کہ یہ کوئی معقول تجویز پیش کر سکے گا۔ اور فقہ و قانون کے سلسلہ میں جرأت مندانہ قدم اُٹھا سکے گا۔

ذاتی طور پر ہمیں اس مسئلہ سے کوئی تعلق خاطر نہیں کہ کن کن اشخاص کو اس کمیشن میں لیا جاتا ہے۔ اور کون کون اس اعزاز سے محروم رہتے ہیں۔ بر بنائے تجربہ اس معاملہ میں ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ ایسے بے جوڑ اور انمل عناصر کو بہرحال جمع نہ کیا جائے کہ جن کے اندازِ فکر میں کوئی قدرِ مشترک نہ ہو۔ اور جو بجز الاؤنس اور معاوضہ کی دفعات کے اور کسی چیز سے اتفاق کا اظہار نہ کر سکتے ہوں۔ بالخصوص اس لئے بھی کمیشن کے لئے ضروری ہے کہ ایسے ہی بالغ نظر اور روشن ضمیر حضرات کی خدمات سے فائدہ اُٹھائے کہ جو موجودہ عصری تبدیلیوں سے آگاہ ہوں اور جو قانون و فقہ کے تقاضوں کو آگے بڑھا سکیں۔ کہ اس وقت ہمارا معاشرہ حد درجہ پسماندہ ہے اور نہایت ہی فرسودہ اصولوں پر مبنی ہے۔ اس کو اگر ایک ترقی پذیر اسلامی معاشرہ میں بدلنا ہے، اس کی ناہمواریوں کو کتاب و سنت کی روشنی میں دور کرنا ہے اور اسے ایک استوار اور متحرک نظامِ حیات کی شکل میں پیش کرنا ہے تو لامحالہ اس کے لئے کمیشن کے محترم اراکین کو اس گروہ کے خلاف لڑائی کے لئے تیار رہنا چاہئے جو زندگی کو منجمد سمجھتا ہے اور جس کی رائے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اب تک کوئی بنیادی تغیر رونما نہیں ہوا۔

قوموں میں اصلاح احوال اور ترقی کے دو ہی طریقے ہمیشہ پائے گئے ہیں۔ یا تو ان کا ذہن و فکر علوم و

فنون کی تابش وضیا سے مستنیر ہوتا ہے۔ یہ خود آگے بڑھتی ہوئی زندگی کے لئے نئے طریقوں کو آزماتی ہیں اور پھر جب دیکھتی ہیں کہ ان کے قدیم اور پرانے ضابطے ان کی تیز رفتاریوں کا ساتھ نہیں دیتے، تو ان کو آسانی سے بدل دیتی ہیں۔ اور یا پھر قوم اگر جامد اور پسماندہ ہو یا ترقی گریز عناصر سے مرکّب ہو، تو جدید انقلاب آفریں قوانین کے خانے حرکت میں آتے ہیں اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کو ترقی یافتہ قوموں کی صفِ اوّل میں لا کھڑا کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ہماری قوم کے حالات کچھ دوسری قسم کی قوم سے ملتے جلتے ہیں، لیکن اس فرق کے ساتھ ہمارا ضابطۂ حیات فرسودہ نہیں ہوا اور ہم جن اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں انہیں اجتہاد و استدلال کی پوری پوری صلاحیتیں موجود ہیں۔ ہاں ہمارے ہاں کا مذہبی گروہ بالعموم البتہ رجعت پسند اور تنگ نظر ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا لا کمیشن اپنی اس حیثیت کو محسوس کرتا ہے اور ایک طرح کی اصلاحی و تعمیری جنگ کے لئے طیار ہے؟

محمد حنیف ندوی

---